قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

منگل 10 اگست 2021ء | 01 محرم 1443 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:188

ارشاد باری تعالیٰ

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۲﴾

(الروم:22)

ترجمہ:۔ اور اس کے نشانات میں سے (یہ بھی) ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم اُن کی طرف تسکین (حاصل کرنے) کے لئے جاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں ایسی قوم کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں بہت سے نشانات ہیں۔

فرمانِ خلیفۂ وقت

شادی کے بعد الگ گھر ہونا چاہیے

بعض گھروں میں اس لئے فساد اور لڑائی جھگڑا ہوتا ہے کہ لڑکی بیاہ کر جب رخصت ہوتی ہے تو خاوند کے پاس علیحدہ گھر نہیں ہوتا اور وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ رہ رہا ہوتا ہے۔ اس میں بعض حالات میں تو مجبوری ہوتی ہے کہ لڑکے کی اتنی آمد نہیں ہے کہ وہ علیحدہ گھر لے سکے یا لڑکا ابھی پڑھ رہا ہے تو مجبوری ہے اور لڑکی کو بھی پتا ہونا چاہئے کہ لڑکے کی آمد یا مجبوری کی وجہ سے علیحدہ گھر لینا مشکل ہے تو پھر ایسے حالات میں کچھ عرصہ وہ سسرال میں گزارہ کرے۔ لیکن بعض دفعہ لڑکی اور اس کے والدین جلد بازی کی وجہ سے رشتے ہی تڑوا دیتے ہیں۔ شادی بھی ہوگئی اور پھر خلع لے لی۔ یہ غلط طریقہ کار ہے۔ اگر سسرال میں نہیں رہ سکتے تو پہلے بتائیں اور پھر اتنی جلدی شادی نہ کریں کیونکہ لڑکے والوں کے حالات ایسے نہیں ہیں۔ لیکن بعض لڑکے اپنی غیر ذمہ دارانہ طبیعت یا ماں باپ کے کہنے پر، ان کے دباؤ پر ماں باپ کے ساتھ رہتے ہیں حالانکہ علیحدہ گھر لے سکتے ہیں اور بہانہ ہے کہ ماں باپ بوڑھے ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ رہنا ضروری ہے جبکہ دوسرے بھائی بہن بھی والدین کے ساتھ ہوتے ہیں یا پھر اگر وہ نہ بھی ہوں تو والدین کی عمومی صحت اور حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ علیحدہ نہ رہ سکتے ہوں۔ اس میں صرف لڑکے کے ماں باپ کی ضد ہوتی ہے۔ اسلام اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ

بقیہ صفحہ 7 پر

اس شمارہ میں

- درخت پر طوطا اور گاؤں کے بچے (منظوم)
- کتاب، تعلیم کی تیاری
- حسد ایک روحانی بیماری
- جماعت احمدیہ مالٹا کی خدمت خلق پروگرام میں شرکت

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نئے سال کی دعا

اَللّٰهُمَّ أَدْخِلْهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ، وَرِضْوَانٍ مِنَ الرَّحْمٰنِ، وَجِوَارٍ مِنَ الشَّيْطَانِ

ترجمہ: اے اللہ! اس (نئے مہینے یا نئے سال) کو ہمارے اوپر امن و ایمان، سلامتی و اسلام اور اپنی رضامندی، نیز شیطان سے پناہ کے ساتھ داخل فرما۔

(الطبرانی المعجم الاوسط)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

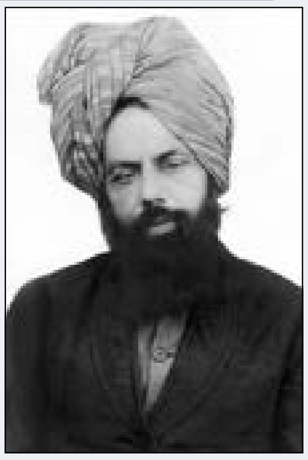

شادی کی تین اغراض

پھر مضمون پڑھنے والے نے بیان کیا کہ قرآن میں لکھا ہے کہ عورتیں کھیتوں کی مانند صرف شہوت رانی کا ذریعہ ہیں اب دیکھنا چاہئے کہ یہ ناپاک طبع ہندو افترا میں کہاں تک بڑھتا جاتا ہے اور کیسے اپنی طرف سے الفاظ تراش کر قرآن شریف کی طرف منسوب کرتا ہے ایسے مفتری کے مقابل پر بجز اس کے ہم کیا کہہ سکتے ہیں کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔ قرآن شریف میں صرف یہ آیت ہے۔ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۠ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ یعنی تمہاری عورتیں تمہاری اولاد پیدا ہونے کے لئے ایک کھیتی ہیں۔ پس تم اپنی کھیتی کی طرف جس طور سے چاہو آؤ۔ صرف کھیتی ہونے کا لحاظ رکھو یعنی اس طور سے صحبت نہ کرو جو اولاد کی مانع ہو........ عورتوں کا نام کھیتی رکھا یعنی ایسی زمین جس میں ہر قسم کا اناج اُگتا ہے پس اس آیت میں ظاہر فرمایا کہ چونکہ عورت درحقیقت کھیتی کی مانند ہے جس سے اناج کی طرح اولاد پیدا ہوتی ہے سو یہ جائز نہیں کہ اُس کھیتی کو اولاد پیدا ہونے سے روکا جاوے۔ ہاں اگر عورت بیمار ہو اور یقین ہو کہ حمل ہونے سے اُس کی موت کا خطرہ ہوگا ایسا ہی صحتِ نیّت سے کوئی اور مانع ہو تو یہ صورتیں مستثنیٰ ہیں ورنہ عند الشرع ہرگز جائز نہیں کہ اولاد ہونے سے روکا جائے۔

غرض جب کہ خدا تعالیٰ نے عورت کا نام کھیتی رکھا تو ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اسی واسطے اُس کا نام کھیتی رکھا کہ اولاد پیدا ہونے کی جگہ اُس کو قرار دیا اور نکاح کے اغراض میں سے ایک یہ بھی غرض رکھی کہ تا اس نکاح سے خدا کے بندے پیدا ہوں جو اُس کو یاد کریں۔ دوسری غرض اللہ تعالیٰ نے یہ بھی قرار دی ہے کہ تا مرد اپنی بیوی کے ذریعہ اور بیوی اپنے خاوند کے ذریعہ سے بدنظری اور بدعملی سے محفوظ رہے۔ تیسری غرض یہ بھی قرار دی ہے کہ تا باہم اُنس ہو کر تنہائی کے رنج سے محفوظ رہیں۔ یہ سب آیتیں قرآن شریف میں موجود ہیں۔

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 293)

قارئین الفضل کو ادارہ کی طرف سے نئے اسلامی سال پر مبارکباد پیش ہے۔ اللہ اس سال کو ہم سب کے لیے، جماعت کے لیے اور امت محمدیہ کے لیے خیر و برکت کا موجب بنائے۔ آمین

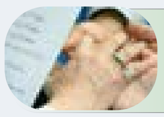

دربارِ خلافت

نیکی کے دائرے کو کس قدر وسیع کرنا چاہئے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اس بارے میں آپؑ فرماتے ہیں کہ: ’’یاد رکھو ہمدردی کا دائرہ میرے نزدیک بہت وسیع ہے۔ کسی قوم اور فرد کو الگ نہ کرے۔ میں آجکل کے جاہلوں کی طرح یہ نہیں کہنا چاہتا کہ تم اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں سے ہی مخصوص کرو۔ نہیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق سے ہمدردی کرو۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ ہندو ہو یا مسلمان یا کوئی اور۔ میں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی ہی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں بعض اس قسم کے خیالات بھی رکھتے ہیں کہ اگر ایک شِیرے کے مٹکے میں ہاتھ ڈالا جاوے اور پھر اس کو تِلوں میں ڈال کر تِل لگائے جاویں تو جس قدر تل اس کو لگ جاویں اس قدر دھوکہ اور فریب دوسرے لوگوں کو دے سکتے ہیں۔‘‘ (یہ بعض غیر احمدیوں کے نظریے ہیں کہ شیرا یا شہد کوئی میٹھی چیز لیں۔ ہاتھ ڈالو باہر نکالو باہر نکال کے تلوں کے ڈھیر میں ہاتھ ڈالو اور جتنے تل ہاتھ کے ساتھ لگ جائیں اتنا تم دھوکہ دے سکتے ہو۔ اتنا دھوکہ دینا جائز ہے۔ اتنے لوگوں کے حقوق غصب کرنا جائز ہیں۔ فرمایا کہ یہ سب چیزیں انتہائی گناہ ہیں۔ یہ بالکل جائز نہیں۔ فرمایا کہ) ’’ان کی ایسی بیہودہ اور خیالی باتوں نے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے اور ان کو قریباً وحشی اور درندہ بنا دیا ہے۔‘‘ (یہی آجکل مسلمانوں کی حالت ہے۔) ’’مگر مَیں تمہیں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم ہرگز ہرگز اپنی ہمدردی کے دائرے کو محدود نہ کرو اور ہمدردی کے لئے اُس تعلیم کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ یعنی اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ وَ اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی (النحل:91) یعنی اوّل نیکی کرنے میں تم عدل کو ملحوظ رکھو۔ جو شخص تم سے نیکی کرے تم بھی اس کے ساتھ نیکی کرو۔ اور پھر دوسرا درجہ یہ ہے کہ تم اس سے بھی بڑھ کر اس سے سلوک کرو۔ یہ احسان ہے۔ احسان کا درجہ اگرچہ عدل سے بڑھا ہوا ہے اور یہ بڑی بھاری نیکی ہے لیکن کبھی نہ کبھی ممکن ہے احسان والا اپنا احسان جتلاوے۔ مگر ان سب سے بڑھ کر ایک درجہ ہے کہ انسان ایسے طور پر نیکی کرے جو محبتِ ذاتی کے رنگ میں ہو جس میں احسان نمائی کا بھی کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے۔ جیسے ماں اپنے بچّہ کی پرورش کرتی ہے۔ وہ اس پرورش میں کسی اجر اور صلہ کی خواستگار نہیں ہوتی بلکہ ایک طبعی جوش ہوتا ہے جو بچے کے لئے اپنے سارے سکھ اور آرام قربان کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی بادشاہ کسی ماں کو حکم دے دے کہ تُو اپنے بچّہ کو دودھ مت پلا اور اگر ایسا کرنے سے بچہ ضائع بھی ہو جاوے تو اس کو کوئی سزا نہیں ہو گی۔ تو کیا ماں ایسا حکم سن کر خوش ہو گی؟ اور اس کی تعمیل کرے گی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ تو اپنے دل میں ایسے بادشاہ کو کوسے گی کہ کیوں اس نے ایسا حکم دیا۔ پس اس طریق پر نیکی ہو کہ اسے طبعی مرتبہ تک پہنچایا جاوے کیونکہ جب کوئی شئے ترقی کرتے کرتے اپنے طبعی کمال تک پہنچ جاتی ہے اُس وقت وہ کامل ہوتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 282-283۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

پس نیکیاں ایسی ہوں کہ دل سے ہر وقت نیکیوں کا خیال آتا رہے۔ آپ نے فرمایا کہ ’’طبعی جوش سے نوع انسان کی ہمدردی کا نام اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی ہے اور اس ترتیب سے خدا تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ اگر تم پورا نیک بننا چاہتے ہو تو اپنی نیکی کو اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی۔ یعنی طبعی درجہ تک پہنچاؤ۔ جب تک کوئی شئے ترقی کرتی کرتی اپنے اس طبعی مرکز تک نہیں پہنچتی تب تک وہ کمال کا درجہ حاصل نہیں کرتی۔‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 283 حاشیہ۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

فرمایا کہ ’’یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ نیکی کو بہت پسند کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی مخلوق سے ہمدردی کی جاوے۔ اگر وہ بدی کو پسند کرتا تو بدی کی تاکید کرتا مگر اللہ تعالیٰ کی شان اس سے پاک ہے۔ (سُبۡحَانَہٗ تَعَالیٰ شَاۡنُہٗ۔)‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 284۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ انگلستان)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ نیکیوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر بجا لانے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فَاسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ کا جو مطمح نظر، جو ٹارگٹ ہمارے لئے مقرر فرمایا ہے اسے ہم حاصل کرنے والے ہوں۔

(خطبہ جمعہ 27 اکتوبر 2017ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

درخت پر طوطا اور گاؤں کے بچے

’’چڑیا‘‘ والی نظم تو کھڑے کھڑے شاید پانچ منٹ میں آپ نے کہی تھی اور متین کو یاد کروا کے سنی بھی۔ کچھ عرصے کے بعد ایک دن آئے تو ایک کاغذ پر اپنے ہاتھ سے ’’طوطے‘‘ پر ایک نظم لکھی ہوئی تھی۔ کہنے لگے لو میں تمہارے لیے نظم لکھ کر لایا ہوں یاد کر لو۔ متین کو طوطا پالنے کا بچپن میں بہت شوق تھا۔ یہ نظم بھی درج ذیل کرتی ہوں۔ یہ حضور کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی میرے پاس محفوظ ہے۔

پیارے طوطے بھولے بھالے
ہم ہیں تیرے چاہنے والے
تیرا سبز لباس غضب ہے
کیا ہی پھبن ہے، کیسی چھب ہے
اوپر لال سی جاکٹ ہے
سج کر بیٹھا ہے بن گہنے
جب بیٹھا ہو پیڑ کے اوپر
کھیل رہے ہو پر پھیلا کر
اس کی سبزی تجھ کو چھپائے
رنگ ترا اس سے مل جائے
کیوں بیٹھا ہے پیڑ پہ جا کر
بیٹھ ہمارے پاس تو آ کر
تجھ کو ہم چوری ڈالیں گے
پیارو محبت سے پالیں گے
بیر اور گنے لائیں گے ہم
تجھ کو خوب کھلائیں گے ہم
پنجرہ اک اچھا سا بنا کر
رکھیں گے تجھے اس میں چھپا کر
میٹھے بول سکھائیں گے ہم
تجھ کو خوب پڑھائیں گے ہم
بیٹھ کے تیری باتیں سنیں گے
تجھ سے کوئی کام نہ لیں گے
اچھے طوطے گر نہیں آتا
اپنا نام تو ہم کو بتا جا
طوطا بولا نام ہمارا
میٹھو ہے، کیوں ہے ناں پیارا؟
یہ کہتے ہی پر پھیلا کر
تول کے دم اور چونچ دبا کر
اڑ گیا طوطا شور مچا کر
چھپ گیا وہ بادل میں جا کر

سوانح فضل عمر جلد پنجم صفحہ 393

اداریہ

کتاب، تعلیم کی تیاری

قسط 6

اس عنوان کے تحت درج ذیل تین عناوین پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اکٹھے کئے جا رہے ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے کیا فرائض ہیں؟

2۔ نفس کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟

3۔ بنی نوع کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں؟

اللہ کے حضور ہمارے فرائض

☆...بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (البقرہ:21) ہے اس واسطے وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ جھوٹ بولے۔ ایسا اعتقاد بے ادبی میں داخل ہے۔ ہر ایک امر جو خدا تعالیٰ کے وعدہ، اس کی ذات، جلال اور صفات کے برخلاف ہے وہ اس کی طرف منسوب کرنا بڑا گناہ ہے۔ جو امر اس کی صفات کے برخلاف ہے اُن کی طرف اس کی توجہ ہی نہیں۔

(ملفوظات۔ جلد 8 صفحہ 10۔ ایڈیشن 1984ء)

☆...خدا تعالیٰ کی طلب میں جو شخص پوری کوشش نہیں کرتا وہ بھی کافر ہے۔ ہر ایک چیز کو جب اس کی حدِ مقررہ تک پہنچایا جاتا ہے تب اس سے فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔ جیسے اس زمین میں چالیس یا پچاس ہاتھ کھودنے سے کنواں تیار ہوسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص صرف چار پانچ ہاتھ کھود کر چھوڑ دے اور کہہ دے کہ یہاں پانی نہیں ہے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس شخص نے حقِ محنت ادا نہیں کیا۔

(ملفوظات۔ جلد 8 صفحہ 32۔ ایڈیشن 1984ء)

☆...اولاد کا ابتلاء بھی بہت بڑا ابتلاء ہے۔ اگر اولاد صالح ہو تو پھر کس بات کی پرواہ ہوسکتی ہے۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيۡنَ (الاعراف:197) یعنی اللہ تعالیٰ آپ صالحین کا متولی اور متکفل ہوتا ہے۔ اگر بدبخت ہے تو خواہ لاکھوں روپیہ اس کے لئے چھوڑ جاؤ وہ بدکاریوں میں تباہ کر کے پھر قلاش ہو جائے گی۔ اور ان مصائب اور مشکلات میں پڑے گی جو اس کے لئے لازمی ہیں۔ جو شخص اپنی رائے کو خدا تعالیٰ کی رائے اور منشا سے متفق کرتا ہے وہ اولاد کی طرف سے مطمئن ہو جاتا ہے اور وہ اسی طرح پر ہے کہ اس کی صلاحیت کے لئے کوشش کرے اور دعائیں کرے۔ اس صورت میں خود اللہ تعالیٰ اس کا تکفل کرے گا۔ اور اگر بدچلن ہے تو جائے جہنّم میں۔ اس کی پرواہ تک نہ کرے۔

حضرت داؤد علیہ السّلام کا ایک قول ہے کہ میں بچّہ تھا۔ جوان ہوا۔ اب بوڑھا ہوگیا۔ میں نے متقی کو کبھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا کہ اسے رزق کی مار ہو اور نہ اس کی اولاد کو ٹکڑے مانگتے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ تو کئی پشت تک رعایت رکھتا ہے۔

پس خود نیک بنو اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دُعا کرو۔ جس قدر کوشش تم ان کے لئے مال جمع کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کرو۔

خوب یاد رکھو کہ جب تک خدا تعالیٰ سے رشتہ نہ ہو اور سچا تعلق اس کے ساتھ نہ ہو جاوے۔ کوئی چیز نفع نہیں دے سکتی۔ یہودیوں کو دیکھو کہ کیا وہ پیغمبروں کی اولاد نہیں؟ یہی وہ قوم ہے جو اس پر ناز کیا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ (المائدہ:19) ہم اللہ تعالیٰ کے فرزند اور اس کے محبوب ہیں مگر جب انہوں نے خدا تعالیٰ سے رشتہ توڑ دیا اور دُنیا ہی دُنیا کو مقدم کر لیا تو کیا نتیجہ ہوا؟ خدا تعالیٰ نے اسے سؤر اور بندر کہا۔ اور اب جو حالت ان کی مال و دولت ہوتے ہوئے بھی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

پس وہ کام کرو جو اولاد کے لئے بہترین نمونہ اور سبق ہو اور اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے اول خود اپنی اصلاح کرو۔ اگر تم اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیزگار بن جاؤ گے۔ اور خدا تعالیٰ کو راضی کر لو گے تو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرے گا۔ قرآن شریف میں خضر اور موسیٰ علیہما السّلام کا قصہ درج ہے کہ ان دونوں نے مل کر ایک دیوار کو بنا دیا جو یتیم بچوں کی تھی وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانَ اَبُوۡهُمَا صَالِحًا (الکھف:83) ان کا والد صالح تھا۔ یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ آپ کیسے تھے۔ پس اس مقصد کو حاصل کرو۔ اولاد کے لئے ہمیشہ اس کی نیکی کی خواہش کرو۔ اگر وہ دین اور دیانت سے باہر چلے جاویں۔ پھر کیا؟ اس قسم کے امور اکثر لوگوں کو پیش آجاتے ہیں۔ بددیانتی خواہ تجارت کے ذریعہ ہو یا رشوت کے ذریعہ یا زراعت کے ذریعہ جس میں حقوقِ شرکاء کو تلف کیا جاتا ہے۔

اس کی وجہ یہی میری سمجھ میں آتی ہے کہ اولاد کے لئے خواہش ہوتی ہے کیونکہ بعض اوقات صاحبِ جائیداد لوگوں کو یہ کہتے سُنا ہے کہ کوئی اولاد ہو جاوے جو اس جائیداد کی وارث ہو تا کہ غیروں کے ہاتھ میں نہ چلی جاوے مگر وہ نہیں جانتے کہ جب مر گئے تو شرکاء کون اور اولاد کون۔ سب ہی تیرے لئے تو غیر ہیں۔

اولاد کے لئے اگر خواہش ہو تو اس غرض سے ہو کہ وہ خادمِ دین ہو۔

غرض حق العباد میں پیچ در پیچ مشکلات ہیں۔ جب تک انسان ان میں سے نکلے نہیں مومن نہیں ہوسکتا۔ نِری باتیں ہی باتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا کسی سے رشتہ ناطہ نہیں۔ اس کے ہاں اس کی بھی کچھ پروا نہیں کہ کوئی سیّد ہے یا کون ہے۔ آنحضرت ﷺ نے خود فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ یہ خیال مت کرنا کہ میرا باپ پیغمبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر کوئی بھی بچ نہیں سکتا۔ کسی نے پوچھا کہ کیا آپ بھی؟ فرمایا ہاں۔ میں بھی۔

(ملفوظات۔ جلد 8 صفحہ 109-111۔ ایڈیشن 1984ء)

نفس کے ہم پر حقوق

☆...اب ان باتوں کو ملا کر غور کرو کہ آپؐ آئے ایسے وقت جبکہ بالکل تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ (القدر:2) ایک لیلۃ القدر تو وہ ہے جو پچھلے حصّہ رات میں ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تجلّی فرماتا ہے اور ہاتھ پھیلاتا ہے کہ کوئی دُعا کرنے والا اور استغفار کرنے والا ہے جو میں اس کو قبول کروں۔ لیکن ایک معنے اس کے اَور ہیں جس سے بدقسمتی سے علماء مخالف اور منکر ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ ہم نے قرآن کو ایسی رات میں اُتارا ہے کہ تاریک و تار تھی اور وہ ایک مستعد مصلح کی خواہاں تھی۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے جبکہ اس نے فرمایا۔ وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ۔ (الذاریات:57) پھر جب انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ تاریکی ہی میں پڑا رہے۔ ایسے زمانے میں بالطبع اس کی ذات جوش مارتی ہے کہ کوئی مصلح پیدا ہو۔ پس اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ۔ اس زمانہ ضرورت بعثت آنحضرت ﷺ کی ایک اَور دلیل ہے اور انجام اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ (المائدہ:4) میں فرمادیا۔ گویا یہ باب نبوت کی دوسری فصل ہے۔ اکمال سے یہی مطلب نہیں کہ سُورتیں اُتار دیں بلکہ تکمیلِ نفس اور تطہیر قلب کی۔ وحشیوں سے انسان پھر اس کے بعد عقلمند اور بااخلاق انسان اور پھر باخدا انسان بنادیا اور تطہیر نفس، تکمیل اور تہذیب نفس کے مدارج طے کرا دیئے۔ اور اسی طرح پر کتاب اللہ کو بھی پورا اور کامل کر دیا۔ یہاں تک کہ کوئی سچائی اور صداقت نہیں جو قرآن شریف میں نہ ہو۔ میں نے اگنی ہوتری کو بارہا کہا کہ کوئی ایسی سچائی بتاؤ جو قرآن شریف میں نہ ہو مگر وہ نہ بتاسکا۔ ایسا ہی ایک زمانہ مجھ پر گذرا ہے کہ میں نے بائبل کو سامنے رکھ کر دیکھا۔ جن باتوں پر عیسائی ناز کرتے ہیں۔ وہ تمام سچائیاں مستقل طور پر اور نہایت ہی اکمل طور پر قرآن مجید میں موجود ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کو اس طرف توجہ نہیں۔ وہ قرآن شریف پر تدبّر ہی نہیں کرتے اور نہ ان کے دل میں کچھ عظمت ہے۔ ورنہ یہ تو ایسا فخر کا مقام ہے کہ اس کی نظیر دوسروں میں ہے ہی نہیں۔

(ملفوظات۔ جلد 8 صفحہ 398-399۔ ایڈیشن 1984ء)

☆...نفس کو تین قسم پر تقسیم کیا ہے۔ نفس امّارہ، نفس لوّامہ، نفس مطمئنّہ۔ ایک نفس زکیہ بھی ہوتا ہے۔ مگر وہ بچپن کی حالت ہے جب گناہ ہوتا ہی نہیں اس لئے اس نفس کو چھوڑ کر بلوغ کے بعد تین نفسوں ہی کی بحث کی ہے۔ نفس امّارہ کی وہ حالت ہے جب انسان شیطان اور نفس کا بندہ ہوتا ہے اور نفسانی خواہشوں کا غلام اور اسیر ہو جاتا ہے۔ جو حکم نفس کرتا ہے اس کی تعمیل کے واسطے اس طرح تیار ہو جاتا ہے جیسے ایک غلام دست بستہ اپنے مالک کے حکم کی تعمیل کے لئے مستعد ہوتا ہے۔ اس وقت یہ نفس کا غلام ہو کر جو وہ کہے یہ کرتا ہے۔ وہ کہے خون کر۔ تو یہ کرتا ہے۔ زنا کہے، چوری کہے غرض جو کچھ بھی کہے سب کے لئے تیار ہوتا ہے۔ کوئی بدی کوئی بُرا کام ہو جو نفس کہے یہ غلاموں کی طرح کر دیتا ہے۔ یہ نفس امارہ کی حالت ہے اور

یہ وہ شخص ہے جو نفسِ امّارہ کا تابع ہے۔

اس کے بعد نفس لوّامہ ہے۔ یہ ایسی حالت ہے کہ گناہ تو اس سے بھی سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ مگر وہ نفس کو ملامت بھی کرتا رہتا ہے اور اس تدبیر اور کوشش میں لگا رہتا ہے کہ اُسے گناہ سے نجات مل جائے۔ جو لوگ نفس لوّامہ کے ماتحت یا اس حالت میں ہوتے ہیں وہ ایک جنگ کی حالت میں ہوتے ہیں۔یعنی شیطان اور نفس سے جنگ کرتے رہتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نفس غالب آ کر لغزش ہو جاتی ہے اور کبھی خود نفس پر غالب آ جاتے اور اس کو دبا لیتے ہیں۔ یہ لوگ نفس امّارہ والوں سے ترقی کر جاتے ہیں۔ نفس امارہ والے انسان اور دوسرے بہائم میں کوئی فرق نہیں ہوتا جیسے کتا یا بلی جب کوئی برتن ننگا دیکھتے ہیں تو فوراً جا پڑتے ہیں اور نہیں دیکھتے کہ وہ چیز ان کا حق ہے یا نہیں۔ اسی طرح پر نفس امارہ کے غلام انسان کو جب کسی بدی کا موقعہ ملتا ہے تو فوراً اُسے کر بیٹھتا ہے اور تیار رہتا ہے۔ اگر راستہ میں دو چار روپے پڑے ہوں تو فی الفور اُن کے اُٹھانے کو تیار ہو جائے گا اور نہیں سوچے گا کہ اس کو اُن کے لینے کا حق ہے یا نہیں مگر لوّامہ والے کی یہ حالت نہیں۔ وہ حالت جنگ میں ہے جس میں کبھی نفس غالب کبھی وہ، ابھی کامل فتح نہیں ہوئی۔

مگر تیسری حالت جو نفس مطمئنّہ کی حالت ہے یہ وہ حالت ہے جب ساری لڑائیوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور کامل فتح ہو جاتی ہے اسی لئے اس کا نام نفس مطمئنّہ رکھا ہے یعنی اطمینان یافتہ۔ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر سچا ایمان لاتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ واقعی خدا ہے۔ نفس مطمئنّہ کی انتہائی حد خدا پر ایمان ہوتا ہے کیونکہ کامل اطمینان اور تسلی اسی وقت ملتی ہے جب اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان ہو۔

(ملفوظات۔ جلد 5 صفحہ 367-368۔ ایڈیشن 2018ء)

بنی نوع کے ہم پر حقوق

☆...یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایک طرف انبیاء و رُسل اور خدا تعالیٰ کے مامورین اہلِ دنیا سے نفور ہوتے ہیں اور دوسری طرف مخلوق کے لئے ان کے دل میں اس قدر ہمدردی ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کے لئے بھی خطرہ میں ڈال دیتے ہیں اور خود ان کی جان جانے کا اندیشہ ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی نسبت قرآن شریف میں فرماتا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔(الشعراء:4) یہ کس قدر ہمدردی اور خیرخواہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں فرمایا ہے کہ تو ان لوگوں کے مومن نہ ہونے کے متعلق اس قدر ہمّ وغم نہ کر۔ اس غم میں شاید تو اپنی جان ہی دے دے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمدردیٔ مخلوق میں کہاں تک بڑھ جاتے ہیں۔ اس قسم کی ہمدردی کا نمونہ کسی اَور میں نہیں پایا۔ یہاں تک کہ ماں باپ اور دوسرے اقارب میں بھی ایسی ہمدردی نہیں ہوسکتی۔

مخلوق تو انہیں کاذب اور مفتری کہتی ہے اور وہ مخلوق کے لئے مرتے ہیں۔ یقیناً یاد رکھو کہ یہ ہمدردی والدین میں بھی نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ جب دیکھتے ہیں کہ اولاد سرکش اور نافرمان ہے یا اَور نقص اس میں پاتے ہیں۔ مگر انبیاء رُسل کی یہ عادت نہیں ہوتی۔ وہ مخلوق کو دیکھتے ہیں کہ اُن پر حملہ کرتی اور ستاتی ہے لیکن وہ اِس کے لئے دعا کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ لوگوں کی ہدایت کے لئے اس قدر دُعا کرتے تھے جس کا نمونہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ایک پیاس لگا دی تھی کہ لوگ مسلمان ہوں اور خدائے واحد کے پرستار ہوں۔ جس قدر کوئی نبی عظیم الشان ہوتا ہے اسی قدر یہ پیاس زیادہ ہوتی ہے اور یہ پیاس جس قدر تیز ہوتی ہے اسی قدر جذب اور کشش اس میں ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ چونکہ خاتم الانبیاء اور جمیع کمالات نبوت کے مظہر تھے اسی لئے یہ پیاس آپ میں بہت زیادہ تھی اور چونکہ یہ پیاس بہت تھی اسی واسطے آپ میں جذب اور کشش کی قوت بھی تمام راستبازوں اور ماموروں سے بڑھ کر تھی جس کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ آپ کی زندگی ہی میں کل عرب مسلمان ہوگیا۔ یہ کشش اور جذب جو مامورین کو دیا جاتا ہے وہ مستعد دلوں کو تو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور ان لوگوں کو جو اس سے حصہ نہیں رکھتے دشمنی میں ترقی کرنے کا موقعہ دیتا ہے۔

(ملفوظات۔ جلد 8 صفحہ 80-81۔ ایڈیشن 1984ء)

☆...دنیا میں لاکھوں بکریاں بھیڑیں ذبح ہوتی ہیں لیکن کوئی ان کے سرہانے بیٹھ کر نہیں روتا اس کا کیا باعث ہے؟ یہی کہ ان کا خدا تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایسے انسان کی ہلاکت کی بھی آسمان پر کوئی پروا نہیں ہوتی جو اس سے سچا تعلق نہیں رکھتا۔ انسان اگر خدا تعالیٰ سے سچا تعلق رکھتا ہے تو اشرف المخلوقات ہے ورنہ کیڑوں سے بھی بدتر ہے۔ اس میں دو اُنس ہیں۔ ایک انس احکام الٰہی سے (جو ہو تو وہ کامل آدم ہے ورنہ وہ مردہ کیڑا ہے)۔ دوم مخلوق الٰہی سے۔ دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ کئی ایک محض بے گناہ قید ہو جاتے ہیں اور ظالمانہ دست اندازیوں کا نشانہ بنتے ہیں مگر اس کا باعث یہ ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے احکام کی پوری پروا نہیں کرتے اور دعاؤں سے اس کی پناہ نہیں چاہتے اور شریعت میں بالکل لاپروا ہوتے ہیں۔جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ بھی ان سے لااُبالی کا معاملہ کرتا ہے ورنہ ان کا خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہوتا تو ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ اپنے دوست کو دشمنوں کے ہاتھوں میں یُوں چھوڑے کیونکہ وہ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران: 69) ہونے اور نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (حٰمٓ السجدۃ: 32) کا وعدہ کرتا ہے۔

آدم علیہ السلام کامل انسان تھے تو فرشتوں کو سجدہ (اطاعت) کا حکم ہوا۔ اسی طرح اگر ہم میں ہر ایک آدم بنے تو وہ بھی فرشتوں سے سجدہ کا مستحق ہے۔

(ملفوظات۔ جلد 8 صفحہ 129-130۔ ایڈیشن 1984ء)

(ابوسعید)

آج کی دعا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَأَهْلًا خَيْرًا مِّنْ أَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ أَوْ مِنْ عَذَابِ النَّارِ

(صحیح مسلم۔كِتَابُ الْجَنَآئِزِ بَابُ الدُّعَآءِ لِلْمَيِّتِ فِي الصَّلَاةِ حدیث:2232)

ترجمہ: اے اللہ! اسے بخش دے اس پر رحم فرما اور اسے عافیت دے، اسے معاف فرما اور اس کی باعزت ضیافت فرما اور اس کے داخل ہونے کی جگہ (قبر) کو وسیع فرما اور اس (کے گناہوں) کو پانی، برف اور اولوں سے دھو دے، اسے گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح تو نے سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا اور اسے اس گھر کے بدلے میں بہتر گھر، اس کے گھر والوں کے بدلے میں بہتر گھر والے اور اس کی بیوی کے بدلے میں بہتر بیوی عطا فرما اور اس کو جنت میں داخل فرما اور قبر کے عذاب سے اور آگ کے عذاب سے اپنی پناہ عطا فرما۔

یہ سید و مولیٰ، مقدس الانبیاء پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی نمازِ جنازہ کی دعا ہے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پڑھایا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں اسے یاد کرلیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے (مندرجہ بالا دعا)

(صحیح مسلم۔كِتَابُ الْجَنَآئِزِ بَابُ الدُّعَآءِ لِلْمَيِّتِ فِي الصَّلَاةِ حدیث:2232)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو کوئی ایمان رکھ کر اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے اور نماز اور دفن سے فراغت ہونے تک اس کے ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا ہر قیراط اتنا بڑا ہوگا جیسے احد کا پہاڑ، اور جو شخص جنازے پر نماز پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ جائے تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا۔

(صحیح بخاری۔كِتَابُ الْإِيْمَانِ بَابُ اِتِّبَاعُ الْجَنَآئِزِ مِنَ الْإِيْمَانِ حدیث:47)

مرسلہ: مریم رحمٰن

ثاقب رشید ۔ لندن

حسد ایک روحانی بیماری

حسد کے لغوی معنیٰ کسی دوسرے شخص پر ہونے والی نعمت یا اس شخص میں موجود خوبی یا اسکی کامیابی کا زوال چاہنا یا اس کے نقصان کے درپے ہونا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں مومنین کو تلقین فرماتا ہے کہ تم اللہ کی پناہ مانگو ان لوگوں کے شر سے جو حسد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اور (میں پناہ مانگتا ہوں رب کی) حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔ (الفلق:5)

اس آیت کریمہ کے تناظر میں جب حسد کے جذبے کو دیکھا جائے تو یہ ایک منفی جذبہ نظر آتا ہے جو ایک روحانی بیماری کی صورت میں حسد کرنے والے انسان کے دل میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اور حاسد انسان اپنے حسد کرنے کی وجہ سے اپنی ذہن کی منفی توانائی اور اپنی فطرت کی بد نیتی کی وجہ سے جس انسان سے اسکی خوبیوں کی وجہ سے یا اسکے پاس اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی وجہ سے حسد کر رہا ہوتا ہے اس اچھے انسان کی زندگی پر اپنی بدنیتی، اپنے بدفعل اور اپنی بدنظری کی بدولت منفی اثرات ڈال رہا ہوتا ہے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ نظر کا لگنا ایک محاورہ کے طور پر بولا جاتا ہے۔ مگر اسلامی نقطہ نگاہ سے نظر کا لگنا برحق ہے اور یہی بدنظری ہوتی ہے جو حاسد انسان کے حسد کی وجہ سے کسی دوسرے انسان یا مخلوق کو لگتی ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نظر کا لگنا برحق ہے بدنظر اونٹ کو ہانڈی میں اور انسان کو قبر میں پہنچا دیتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو مندرجہ بالا آیت کریمہ میں یہ دعا سکھلائی ہے کہ تم حسد کرنے والوں کے شر سے بچنے کی دعا کیا کرو اور خود کو ہمیشہ ایسے لوگوں کے شر سے بچنے کی خاطر اللہ کی پناہ میں رکھو۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھے اس کا ڈر بالکل نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے البتہ میں اس بات کا اندیشہ کرتا ہوں کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے دنیا کے مزوں میں پڑ کر حسد نہ کرنے لگو۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1218)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور نہ حسد کرو اور نہ غیبت کرو اور اللہ تعالیٰ بندے بھائی بھائی ہو کر رہو اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ جدا رہے (قطع تعلق کرے)۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1003)

حضرت ضمرہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ ہمیشہ بھلائی سے رہیں گے جب تک وہ حسد سے بچتے رہیں گے۔

(طبرانی فی الکبیر 7157)

ہر اخلاقی برائی کا اثر سب سے پہلے اس برائی میں مبتلا انسان پر ہوتا ہے جس کی بدولت وہ انسان مثال کے طور پر اگر حسد کرنے کی برائی میں مبتلا ہے تو تو یہ اخلاقی و روحانی بیماری اسکے اپنے ذہن و قلب کے سکون کو برباد کرتی ہے اور پھر اس حاسد انسان کی یہی بے سکونی جب شدت اختیار کر لیتی ہے تو پھر وہی روحانی طور پر بیمار انسان اپنے اردگرد کے لوگوں اور معاشرے میں اپنی منفی سوچ اور فعل کی وجہ سے بدامنی کا باعث بنتا ہے۔

ایک حاسد انسان کبھی بھی یہ نہیں مانے گا کہ اس میں یہ اخلاقی و روحانی بیماری موجود ہے مگر ہم ایسے انسان کو اسکی دو خصلتوں کی وجہ سے باآسانی پہچان سکتے ہیں۔ نمبر ایک تو حاسد انسان کسی کی ترقی سے دل میں گھٹن محسوس کرتا ہے اور ناخوش ہوتا ہے اور اسکی دوسری نشانی یہ ہے کہ حاسد انسان اس دوسرے انسان کے نقصان کی تمنا کرتا ہے یا نقصان ہو جانے پر خوش ہوتا ہے۔ اب اگر یہ دو نشانیاں آپ میں موجود ہیں تو جان لیں آپ ایک بہت خطرناک اخلاقی و روحانی بیماری میں مبتلا ہیں۔ آپکو ہر ممکن سعی و کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنے لئے دعا کرتے ہوئے اس روحانی بیماری سے چھٹکارا حاصل کر سکیں تا کہ آپکی باقی عبادت بھی رائیگاں نہ جائیں۔

حسد کا الٹ رشک کرنا ہوتا ہے۔ رشک کرنا روحانی بیماری نہیں بلکہ یہ نیک جذبہ ایک انسان کے روحانی و اخلاقی طور پر صحتمند ہونے کی علامت ہوتا ہے۔ رشک میں کسی شخص کی خوبی سے متاثر ہونا اور اس جیسا بننے کی کوشش کرنا ہے لیکن رشک میں وہ نعمت محسود (جس سے حسد کیا جائے) سے چھن جانے یا اس نعمت کو نقصان پہنچ جانے کی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔

چنانچہ حسد ایک منفی جبکہ رشک ایک مثبت جذبہ ہے۔

یاد رکھیں منفی جذبات ہمارے جسمانی و روحانی نظام پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں اور مثبت جذبات ہمارے جسمانی و روحانی نظام پر مثبت اثرات مرتب کرتے ہیں۔

ایک خاص نقطہ ذہن نشین کرلیں کوئی بھی دل میں پیدا ہونے والا جذبہ اسوقت تک گناہ یا اخلاقی و روحانی بیماری نہیں ہے جب تک یہ ایک پختہ جذبے کی صورت میں دل میں گھر نہ کر لے اور حسد کی تعریف پر پورا نہ اترے۔ ہاں اگر کسی دوسرے انسان کی ترقی دیکھ کر اسکے حالات اپنے سے بہتر دیکھ کر اس جیسا بننے کی تڑپ دل میں پیدا ہو اور ترقی کی خواہش دل میں جنم لے تو اس سے معاشرے میں ایک مثبت مقابلے کی دوڑ میں آپ شامل ہوں گے آپکی یہ تمنا تب حسد نہیں کہلائے گی۔ بلکہ مسابقت کی طلب کی یہ مثبت سوچ اور دوڑ جسے رشک کہا جاتا ہے ایک ترقی پذیر معاشرے کو جنم دینے میں بنیادی کردار ادا کرے گی۔

حسد کی اصطلاح رشک کے معنوں میں بھی احادیث نبوی میں وارد ہوئی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث میں بیان ہوا ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ حسد (رشک) صرف دو چیزوں پر جائز (مستحسن) ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس کو راہ حق پر خرچ کرنے کی قدرت دی اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت (علم) دی اور وہ اس کے ذریعہ فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1324)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حسد (رشک) صرف دو شخصوں پر (مستحسن) ہے، ایک اس شخص پر جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا ہے اور وہ اسے دن رات پڑھتا ہے اور اس کا پڑوسی اسے سن کر کہتا ہے کہ کاش مجھے بھی اس کی طرح پڑھنا نصیب ہوتا تو میں بھی اسی طرح عمل کرتا، دوسرے اس شخص پر جسے اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہو اور وہ اسے راہ حق میں خرچ کرتا ہے، پھر کوئی اس پر رشک کرتے ہوئے کہے کہ کاش مجھے بھی یہ مال میسر آتا تو میں بھی اسے اسی طرح صرف کرتا۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 18)

اسکا مطلب یہ ہے کہ دینی امور میں رشک کرنا ایک مستحسن عمل ہے کیونکہ اس سے دینی میدان میں مسابقت کی روح پیدا ہوتی ہے اور انسان روحانیت کے اعلیٰ مدارج کو پانے کی نہ صرف دل میں تڑپ پیدا کرتا ہے بلکہ ان بلند درجوں اور مراتب کو پانے کی کوشش اپنی عبادات کے ذریعے کرتا ہے۔

ایک حاسد انسان اپنا علاج خود کر سکتا ہے بشرطیکہ اسکو پہلے یہ ادراک حاصل ہو کہ وہ حسد کی روحانی بیماری میں مبتلا ہو چکا ہے۔ جب بیماری کی تشخیص ہو جائے تو علاج کرنا انتہائی آسان ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے مرحلے پر حاسد انسان کو اپنی منفی سوچ کو بدل کر مثبت کرنا ہوگا۔

آیئے اب سائنسی نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ ہماری سوچ (منفی یا مثبت) ہمارے اپنے اوپر اور ہمارے اردگرد موجود دوسرے افراد پر کیسے اثر انداز ہوتی ہے۔

یاد رکھیں آپکی سوچ، آپکی سوچ سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔ آپکے ساتھ زندگی میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ آپکی سوچ یا دوسروں کی سوچ جو وہ آپکے بارے میں رکھتے ہیں کی وجہ سے وقوع پذیر ہو رہا ہے۔ آپکو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ آپکی بدلتی طبعی حالتوں پر آپکی سوچ اور عقائد کبھی تو امرت بن کے آپکے ذہن اور جسم کو تندرست کر دیتے ہیں اور کبھی غلط سوچ اور عقیدہ زہر قتل بن کے آپکی تندرستی کو بیماری میں بدل دیتے ہیں ساتھ ہی اردگرد رہنے والے لوگ بھی اس منفی سوچ کی تباہ کاری کا شکار بنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہاں اس بات کی وضاحت کر دوں کہ عقیدے کا مطلب صرف یہ نہیں کہ جو آپکے مذہبی عقائد ہیں بس وہی عقیدے کی تعریف میں آتے ہیں بلکہ ہر وہ علم جو آپکو حاصل ہو چکا ہے جسے صحیح مان کر (ہوسکتا ہے یہ علم غلط بھی ہو) آپ نے اسے اپنی زندگی میں شامل کر لیا ہے اسے عقیدہ کہا جا سکتا ہے۔

یہ کوئی افسانوی باتیں نہیں ہیں آئیں آپکو یہ سب نقاط میڈیکل سائنس کے حوالے سے سمجھاتا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ یہ مشکل مضمون آسان زبان میں بیان کروں کیونکہ یہی وہ نقاط ہیں جن کو اگر آپ سمجھ جائیں گے تو نہ صرف آپ خود بلکہ آپکے اردگرد رہنے والے بھی آپ کے اس علم سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔

اگر انسانی جسم کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کرتے جائیں اور جو سب سے چھوٹا ٹکڑا ہوگا جس کے بعد مزید تقسیم ممکن نہ ہو اسے سیل (خلیہ) کہتے ہیں۔ سائنسدانوں کے ایک بڑے گروہ جو ڈارون کو اپنا پیر و مرشد مانتے ہیں، کا خیال تھا کہ سیل میں موجود نیوکلس میں پائے جانے والے جینز زندگی کو کنٹرول کرتے ہیں مگر مائیکرو بائیولوجی کی جدید تحقیقات نے جن حقائق سے پردہ اٹھایا ہے اسکے مطابق ہماری زندگی کو ہمارے سیل کنٹرول نہیں کر رہے بلکہ ہماری زندگی ان سیلز کے باہر سے کنٹرول ہو رہی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے سیلز میں موجود جینز میں مختلف پروٹینز بنانے کے طریقے (کوڈ) تو لکھے ہو ہیں مگر ان جینز کی بذات

خود کوئی حیثیت نہیں سوائے اسکے کہ یہ لائبریری میں پڑی کتابیں ہیں جو خود کچھ نہیں کرسکتیں جب تک کوئی محرک انھیں کھول نہ لے اور ان میں لکھے طریقے پرعمل کر کے نئی پروٹین جن سے ملکر میرا اور آپکا جسم بنا ہے، نہ بنائے۔

اب آپ ان سب چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں (سیلز) کو جو اوپر آپ نے تیار کیے ہیں واپس جوڑنا شروع کر دیں تو تقریباً 3 ٹریلین سیلز کو اکٹھا کر کے ایک جیتا جاگتا انسان بن سکتا ہے۔ اور یہ تمام سیلز جو پروٹینز بنا رہے ہیں انکے مجموعے کو آپ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر دیکھ سکتے ہیں۔ یہ پروٹینز ہیں جن میں مثبت اور منفی چارج پیدا ہونے کی وجہ سے ہم مختلف حرکات وسکنات کرتے ہیں جیسا کہ اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، سانس لینا، کھانا پینا، چلنا پھرنا وغیرہ وغیرہ۔ زندگی کا دارومدار انہی پروٹینز کے صحیح یا غلط طور پر بننے میں ہے۔ ان سب باتوں کا دارومدار اس بات پر ہے کہ سیل کے مرکزہ میں پڑے ہوئے جین (کتاب) کو 'محرک' نے کیسے پڑھا ہے اور ان ہدایات کو پھر کیسے عملی جامہ پہنایا ہے۔

یاد رکھیں جینز سے پروٹینز بننے کا عمل ایک بیرونی محرک کا محتاج ہوتا ہے بالکل اسی طرح جیسے آپ اپنے کمرے میں لگے سوئچ کو دباتے ہیں تو کمرے میں لگا بلب روشن ہو جاتا ہے بالکل اسی طرح جینز کو اگر آپ سوئچ سمجھ لیں اور ایک پروٹین کو کمرے میں لگا ہوا بلب جو کے آپکی انگلی کی حرکت کی مدد کے بغیر روشنی نہیں دے سکتا۔ اور اس سارے عمل میں آپکی انگلی محرک ہے۔ اب اس عملی مثال کو اپنے سیلز میں موجود جینز اور پروٹین کے تعلق کو سمجھنے میں استعمال کریں تو صورتحال یہ ہو گی کہ ایک بیرونی محرک کی مدد سے سوئچ (جین) آن ہوا اور اسکے نتیجے کے طور پر بلب (پروٹین بن گیی) روشن ہوگیا۔ اسی طرح ہمارے سیلز میں جینز بیرونی محرکات کی مدد سے آن اور آف ہوتے ہیں جن کی مدد سے پروٹینز بن کر جسم میں تعمیری یا تخریبی عمل پیدا کرتی ہیں۔ تعمیری اس لیے کہ اگر پروٹین صحیح بنی ہے اور تخریبی اس لیے کہا کہ اگر پروٹین غلط بنی ہے۔ صحیح یا غلط پروٹین بننے کا دارومدار دو باتوں پر ہوتا ہے۔

1۔ جین میں لکھی ہدایات درست ہیں یا نہیں (موروثی بیماریوں کی وجہ یہی غلط ہدایات والے جینز ہوتے ہیں جو ایک انسان کو اپنے آباو اجداد سے ملتے ہیں، اور ایسے جینز صرف پانچ 5٪ کے قریب ہیں)

2۔ بیرونی محرک کی کیفیت

جیسا کہ اوپر بتایا ہے کہ 3 ٹریلین انفرادی سیلز ملکر ایک انسان کا جسم بناتے ہیں مگر یہ سیلز کا اتنا بڑا مجموعہ اگر آزادانہ طور پر کام کرے تو جسم کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے ہر سیل اپنی مرضی کرتا پھرے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انکو جس عضو کے تابع کیا ہے اسے دماغ کہتے ہیں (یہاں سے آپکو نظام خلافت کی افادیت کا بھی پتہ چل سکتا ہے کہ کیوں اللہ تعالیٰ نے اور رسول پاک صلی اللہ وعلیہ وسلم نے اس نظام کو مومنوں کی جماعت کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت دی ہے اور کیوں اسلام میں انفرادیت کے بجائے اجتماعیت اور خاص طور پر اس میں مرکزیت پر زور دیا ہے۔ اور خلافت کا نظام مومنین کی جماعت کے لیے دماغ کی حیثیت رکھتا ہے۔ دماغ میں پیدا ہونے والے سگنلز جو برق رفتاری سے سیلز کے مرکزے تک پیغام پھنچاتے ہیں تا کہ ایک خاص وقت میں صرف وہی جینز آن یا آف ہوں جنکی پروٹینز کی اس وقت ضرورت ہے اور ایک وقت میں دماغ ایسے کئی سگنلز جسم کے مختلف حصوں میں پہنچا رہا ہوتا ہے اور کئی تعمیری یا تخریبی عوامل ظہور پذیر ہو رہے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو چلانے کے لئے دو نظام مرئی (آنکھوں سے نظر آنے والے) اور غیر مرئی (جن کو آنکھوں سے دیکھا نہ جاسکے) نظام ساتھ ساتھ رکھے ہوئے ہیں جیسے ہمارا جسمانی نظام اور روحانی نظام۔ مرئی نظام جیسے ہمارا جسم اور اس میں موجود اعضا ہیں دماغ بھی اسی مرئی نظام کا حصہ ہے۔ میڈیکل سائنس آج تک صرف مرئی نظام کو خاتم النظام مان کر اسی پر تجربات کر کے ادویات کے اثرات کا مشاہدہ کرتی رہی ہے اور اسے ہی بیماریوں سے تندرستی کی حالت میں لانے کی کوشش کرتی رہی ہے۔ مگر اپنی اس کوشش میں اسے جہاں کچھ حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے وہاں پر وسیع پیمانے پر ناکامی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ جس کی بڑی وجہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے غیر مرئی نظام کو مکمل طور پر نظرانداز کرنا ہے۔

جہاں پر دماغ ہمارے مرئی نظام کا حصہ ہے وہاں پر ہمارا ذہن غیر مرئی نظام کا حصہ ہے۔ ہمارے ذہن میں ہمارے ماحول کی بدولت بیرونی سگنل کے ذریعے ہماری سوچ پیدا ہوتی ہے جسے دماغ الیکٹریکل سگنلز میں بدل کر نروس سسٹم کے ذریعے ہمارے سیلز میں موجود جینز کو ارسال کرتا ہے اسی کے ساتھ ساتھ ہمارا ذہن کئی دوسرے سگنلز بھی رسیو کر رہا ہوتا ہے جو ہمارے ماحول میں موجود ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ پر تعفن بدبو دار ماحول میں سے گزر رہے ہیں تو ہمارا ذہن اسی ماحول کے مطابق سگنل دماغ کو دے گا اور انکی وجہ سے پھر جو جینز آن ہونگے وہ نقصاندہ پروٹینز بنائیں گے اور ہم میں بیماری کی علامات پیدا ہونے لگیں گیں اور اس کے برعکس اگر ہم ایک صحت افزا مقام پر ہوں جہاں پھول خوشبو سرسبز و شاداب موسم ہو تو ہمارا ذہن وہ سگنل ہمارے دماغ کو دے گا جس کی بدولت جو پروٹینز ہمارے سیلز بنائیں گے وہ ہمیں تندرست و توانا رکھیں گیں۔

ہمارا ذہن ہمارے دماغ سے 40 گنا زیادہ تیز رفتاری سے کام کرتا ہے۔ ہمارا دماغ ہمارے ذہن کے سامنے بالکل ایک بچے کی طرح ہے جسے ہاتھ پکڑ کر چلنا سکھانا پڑتا ہے اب آپکو سمجھ آ رہا ہو گا کہ ہماری سوچ جس کا اصل منبع ہمارا ذہن ہوتا ہے اور ہمارا ماحول اور ان سے پنپنے والے عقائد ہمارے جسمانی اور طبعی افعال پر کیسے اثر انداز ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر بروس لپٹن مائیکرو بائیولوجسٹ اور سٹم سیلز ریسرچ سائنٹسٹ تھے 15 سال کے قریب ہونے کو آئے جب انہوں نے اپنی میڈیکل کی لائن کو خیر آباد کہہ کر مکمل طور پر اپنی ریسرچ کی بنیاد پر اس بات کے قائل ہو گئے کہ ہمارے جسم دماغ اور ذہن سے باہر کوئی ایسی شے ہے جو نہ صرف ہمیں بلکہ کائنات کے سارے نظام کو کنٹرول کرتی ہے موصوف اس غیر مرئی شے کو انرجی کا نام دیتے ہیں کیونکہ یہ روحانیت پر یقین نہیں رکھتے اور اس غیر مرئی ہستی کو اللہ تو بالکل بھی نہیں کہتے کیونکہ سائنسدان جو ٹھہرے۔ انہوں نے اپنی ریسرچ سے یہ ثابت کیا ہے کہ ہماری سوچ اور ہمارے عقیدے ہمارے سیلز پر اثر انداز ہو کر ہمیں تندرست اور ہمیں بیمار کرنے کی اصل وجہ ہیں نا کہ ہمارے جینز ایسا کرتے ہیں۔ 5٪ سے بھی کم جینز ایسے ہیں جن میں خرابی کو ایسی بیماریوں کا پیش خیمہ کہا جاتا ہے جن کا ابھی علاج دریافت نہیں ہو سکا جیسا کہ ملٹیپل سکلوروسس، ذیابیطس ٹائپ 1، ڈاون سنڈروم وغیرہ باقی 95٪ جینز وہ ہیں جن کو اگر صحیح سوچ کے ساتھ درست رکھا جائے تو ہم بیماریوں سے بغیر ادویات کے بچ سکتے ہیں۔

ہماری سوچ کو جو شے پیدا کرتی ہے اگر اسے سگنل کا نام دیا جائے تو آپکو سمجھنے میں مزید آسانی ہو گی کہ جس ماحول میں ہم رہ رہے ہوتے ہیں اس میں پیدا ہونے والے سگنلز ہماری سوچ کی راہ ہموار کرتے ہیں اور جس کی مدد سے ہمارے دماغ کے راستے سے ہمارے جسم میں مثبت یا منفی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مثبت تبدیلی ہمیں تندرست رکھتی ہے اور منفی تبدیلی ہمیں بیمار کرتی ہے۔

یہ سگنلز ہمیں نا صرف اپنے اردگرد کے ماحول سے ملتے ہیں بلکہ ہماری خوراک بھی اندرونی طور پر ایسے ہی سگنلز جسم میں موجود سیلز کو براہ راست دیتی ہے جس سے ہم تندرست یا بیمار ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ برے ماحول میں رہنے سے منفی سگنلز اور اچھے ماحول میں رہنے سے کارآمد مثبت سگنلز ہمارے سیلز کو ملتے ہیں اور پھر اسی تناظر میں ہمارا جسمانی نظام پنپتا ہے۔ آپ خود سوچیں ایک عطر فروش کے پاس بیٹھنے والے کے کپڑوں سے عطر کی خوشبو آنے لگتی ہے اور ایک کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کے پاس بیٹھنے والے کے پاس سے ویسی ہی بدبو آنے لگتی ہے۔

اگر آپ کیمیکلز سے آلودہ ماحول میں رہیں گے تو یہ کیمکلز کے سگنلز آپکی سوچ پر منفی اثرات مرتب کریں گے جو کہ طرح طرح کی بیماریوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔ غصہ، لڑائی جھگڑے اور حسد کی روحانی بیماری میں مبتلا ہونا یہ سب وہ سگنلز ہیں جو ہماری سوچ پر منفی رنگ میں اثر انداز ہوتے ہیں اسکے برعکس پیار محبت انسانوں کی خدمت کرنے کے عوامل ہماری سوچ پر مثبت اثرات ڈالکر ہمیں تندرست زندگی کا ضامن بناتے ہیں۔ جسطرح ہمارے ذہنی نظام کا براہ راست اثر ہمارے جسمانی نظام پر پڑتا ہے اسی طرح ہمارے جسمانی نظام کا براہ راست اثر ہمارے ذہنی اور روحانی نظام پر پڑتا ہے۔ اسی لئے قرآن پاک نے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کی تاکید فرمائی ہے کیونکہ ایسی مجلس میں سے آپکو ایسے سگنلز ہی ملیں گے جو آپکو نا صرف روحانی طور پر تندرست رکھیں گے بلکہ جسمانی طور پر بھی صحت مند رکھیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ ظاہری صفائی اور طہارت کی تعلیم دی گئی ہے تا کہ ایسا کرنے سے ہمارا ذہن بھی پاکیزہ اور مثبت سگنلز ہمارے دماغ کے ذریعے ہمارے سیلز کو بھیجے تا کہ ہمارے جسمانی اور روحانی نظام تندرست و توانا رہ سکیں۔ یاد رکھیں ہماری روح ایک مسافر ہے اور ہمارا جسم ایک کار ہے۔ کار میں بیٹھا مسافر تب ہی اپنی منزل مقصود پر بحفاظت پہنچے گا جب کار اندرونی و بیرونی نقائص سے پاک ہو گی۔ آپ اپنی سوچ اور عقائد کو جتنا مثبت رکھیں گے تو اس کار میں موجود مسافر اسی قدر خوش وخرم رہ کر اپنی منزل ''نفس مطمئنہ'' کی جانب بڑھتا رہے گا۔

اب جبکہ آپکو علم ہوگیا کہ ہماری اچھی یا بری سوچ ہمارے ذہنی اور طبعی رویوں کی آئینہ دار ہوتی ہے اب اس تناظر میں حسد کی بیماری کو سامنے رکھتے ہوئے ایک حاسد انسان کے لیے کچھ علاج کے طریقے تجویز کرتے ہیں۔ سب سے پہلے اگر آپ حسد کی بیماری میں مبتلا ہیں تو جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ جن نعمتوں پر دل میں حسد ہے ان پر اللہ سے دعا کریں کہ وہ آپ کو بھی مل جائیں اگر وہ اسباب وعلل کے قانون کے تحت ممکن ہیں یعنی ناممکن چیزوں کی خواہش سے ذہن مزید پراگندگی کا شکار ہو سکتا ہے۔ اور پھر وہ مادی چیزیں جو آپ کو حسد پر مجبور کرتی ہیں انہیں عارضی اور کمتر سمجھتے ہوئے جنت کی نعمتوں کو یاد کریں۔ اسکے بعد اپنے نفس کو جبراً غیر کی نعمتوں کی جانب التفات سے روکیں اور ان وسوسوں پر خاص نظر رکھیں۔ تب خاص طور ساتھ ساتھ ہی جس سے حسد کیا جائے کے لئے دعا کریں کہ اللہ اس کو ان تمام امور میں مزید کامیابیاں دے جن پر آپ کو حسد ہے۔ اور اس انسان سے محبت کا اظہار کریں اور اس سے مل کر دل سے خوشی کا اظہار کریں۔ اگر جیب اجازت دے اور ممکن ہو تو جس سے آپ کو حسد ہے اسکے کے لئے کچھ تحفے تحائف کا بندوبست بھی کریں۔ اگر یہ سب عمل کر کے پھر بھی افاقہ نہ ہو تو جس سے آپ کو حسد ہے اس سے مل کر اپنی کیفیت کا کھل کر اظہار اس سے کر دیں اور اس سے اپنے حق میں دعا کے لئے کہیں۔

اللہ سب کو اس روحانی بیماری سے محفوظ رکھے - آمین

رپورٹ: لئیق احمد عاطف۔ مبلغ سلسلہ مالٹا

جماعت احمدیہ مالٹا کی خدمت خلق

مالٹا میں عیسائی چرچ کے زیر انتظام معذور افراد کے لئے قائم ایک فلاحی ادارہ Dar tal-Providenza نے عطیات جمع کرنے کے لئے ایک آن لائن چیریٹی ایونٹ کا انعقاد کیا۔ اس ادارہ کی انتظامیہ نے جماعت کو کھانے اور مشروبات کا انتظام کرنے اور عطیات کے لئے موصول ہونے والی ٹیلیفون کالز کا جواب دینے کے لئے تعاون کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کے ساتھ جماعت احمدیہ مالٹا نے اس چیریٹی ایونٹ میں بھرپور تعاون کیا اور تمام حاضرین اور رضاکاروں کے لئے نہایت لذیذ کھانے اور ٹھنڈے مشروبات کا انتظام کیا۔ تمام کھانا افرادِ جماعت نے اپنے گھروں میں تیار کیا۔

یہ پروگرام دن 12 بجے سے لے کر رات 12 بجے تک جاری رہا۔ اس دوران 8 افرادِ جماعت نے بڑی مستعدی اور اخلاص کے ساتھ ڈیوٹی سرانجام دی۔ خدام نے جماعت کے نام والی شرٹس پہن رکھی تھیں جن پر جماعت کا Logo، خدام الاحمدیہ اور جماعت کا ماٹو نمایاں طور پر پرنٹ تھا۔ جو مستقل تبلیغ کا ذریعہ ثابت ہوئیں اور تمام شاملین اور مہمانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتی رہیں۔

اس کے علاوہ مکرم ہارون احمد خان صاحب، صدر مجلس خدام الاحمدیہ مالٹا اور مبلغ سلسلہ مالٹا نے ٹیلیفون کالز کا جواب دینے میں بھی تعاون کیا۔ مبلغ سلسلہ کو دو مختلف وقتوں میں ٹیلیفون کالز کے جواب دینے کا موقع ملا اور دونوں بار Presenters نے مبلغ سلسلہ سے تاثرات بھی لئے جن میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلامی تعلیمات پیش کرنے کی توفیق ملی جس کا تمام حاضرین پر گہرا اثر ہوا جس کا انتظامیہ نے بعد میں اظہار بھی کیا اور جماعت کا خصوصی شکریہ ادا کیا اور کہا کہ جو تعلیمات آپ نے بیان کی ہیں وہ آج کے دن کی بہترین باتیں ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک اور حضرت خاتم النبیین ﷺ کے منہ کی باتیں بیان ہوئی تھیں جو لاریب سب دوسری باتوں سے اعلیٰ و افضل اور ارفع ہیں اور لازوال روحانی تاثیر رکھتی ہیں۔

آخر پر مبلغ سلسلہ کی تجویز پر ایک دعائیہ تقریب بھی منعقد کی گئی تا کہ تمام عطیہ دہندگان اور بیماروں کی شفاء یابی کے لئے دعا کی جائے۔ اس دعائیہ تقریب میں اس ادارہ کے سربراہ مکرم پادری مارٹن میکالف صاحب اور مبلغ سلسلہ احمدیہ مالٹا نے دعائیں پیش کیں۔ مبلغ سلسلہ نے مالٹی زبان میں دعائیں کرنے کے بعد سورۃ الفاتحہ اور حدیث نبوی ﷺ میں بیان بیماری سے شفاء یابی کی دعا اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ۔۔۔ خوش الحانی سے پیش کیں۔ یہ لمحات اس 12 گھنٹوں کے طویل پروگرام کا نقطہ عروج تھا اور ان دعاؤں کا سحر سب پر طاری تھا اور سب مکمل خاموشی کے ساتھ ان دعاؤں میں شامل ہوئے۔ انگریزی محاورہ "Steal the show" ان لمحات پر صادق آتا ہے۔ یقیناً ان چند لمحات نے سب حاضرین پر گہرا اثر کیا۔

اس ادارہ کے سربراہ نے اس موقع پر بڑی فراخدلی سے جماعت کا شکریہ ادا کیا اور خاتون میزبان نے بھی جماعت احمدیہ کی خدمات کو نہایت اچھے الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا اور کہنے لگیں کہ میرے لئے یہ بہت ہی جذباتی لمحات تھے اور ہم سب جماعت احمدیہ کی تجویز اور ان کی شمولیت پر ان کے تہہ دل سے شکرگزار ہیں۔

صدر مملکت مالٹا مکرم ڈاکٹر جارج ویلا صاحب اور ان کی اہلیہ بھی پروگرام میں شرکت کرنے کے لئے آئے اور اس موقع پر انہیں جماعت کی خدمات کا بتانے کا موقع ملا۔ اس موقع پر صدر مملکت اور ان کی اہلیہ نے جماعتی ٹیم کے ساتھ تصویر بھی بنوائی۔

یہ 12 گھنٹوں پر مشتمل چیریٹی ایونٹ مالٹا کے تمام ٹیلیویژن اور ریڈیو چینلز پر لائیو نشر ہوا۔ اس طرح گھر گھر میں جماعت احمدیہ کا پیغام پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کے صدقے یہ پروگرام بہت کامیاب رہا۔ جماعت کی عملی تبلیغ کا ذریعہ ثابت ہوا اور ملک بھر میں جماعت احمدیہ کے وسیع تعارف کا باعث بنا اور ہماری توقعات سے بہت بڑھ کر خدا تعالیٰ نے فضل و احسان فرمایا۔ فَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اس پروگرام میں مکرم ہارون احمد خان صاحب، صدر مجلس خدام الاحمدیہ مالٹا، مکرم رؤف بابر صاحب، معتمد مجلس خدام الاحمدیہ، مکرم ناصر محمود صاحب، مہتمم وقارعمل، مکرم حسن بشیر صاحب، معاون صدر، مکرم جری اللہ صاحب، مکرم صداقت مجوکہ صاحب اور عزیزم نعمان عاطف صاحب (واقف نو) نے خصوصی تعاون کیا۔ اسی طرح تین خاندانوں نے کھانا تیار کر کے دیا۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَآءِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت..... از صفحہ 1

بُیُوْتِ اٰبَآئِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّھٰتِکُمْ۔ (النور:62) یعنی اندھے پر کوئی حرج نہیں اور نہ لولے لنگڑے پر حرج ہے اور نہ مریض پر اور نہ تم لوگوں پر کہ تم اپنے گھروں سے یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے کھانا کھاؤ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے۔ یہ لمبی آیت ہے لیکن اتنے حصہ کی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے خوبصورت انداز میں اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ فرمایا کہ ”ہندوستان میں لوگ اکثر اپنے گھر میں خصوصاً ساس بہو کی لڑائی کی شکایت کرتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید پر عمل کریں تو ایسا نہ ہو۔ دیکھو اس میں (یعنی اس آیت میں) ارشاد ہے کہ گھر الگ الگ ہوں۔ ماں کا گھر الگ۔ اولاد شادی شدہ کا گھر الگ۔“ (جب الگ الگ گھر ہوں گے تبھی تو کھانا کھانے کی اجازت ہے۔)

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 233)

پس سوائے کسی مجبوری کے گھر الگ ہونے چاہئیں۔ گھروں کی علیحدگی سے جہاں ساس بہو اور نند بھابھی کے مسائل ختم ہوں گے وہاں لڑکے اور لڑکی کو اپنی ذمہ داری کا احساس بھی ہو گا۔

یہاں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ بعض لوگ اپنی لڑکیوں کے رشتہ سے پہلے لڑکے سے پوچھتے ہیں کہ اس کا اپنا گھر ہے یعنی گھر کا مالک ہے۔ اس کے پاس اس گھر کی ملکیت ہے۔ اگر نہیں تو رشتہ نہیں کرتے۔ یہ طریق بھی بڑا غلط طریقہ کار ہے۔ پس دنیاوی لالچ کی بجائے لڑکی والوں کو لڑکے کا دین دیکھنا چاہئے۔ گھر تو آہستہ آہستہ بن ہی جاتے ہیں اگر گھر میں پیار محبت ہو۔

(خطبہ جمعہ 3/ مارچ 2017ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | GET IT ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: طلعت محمود احمد۔ صدر جماعت ناگویا

عید الاضحیہ سے قبل مسجد بیت الاحد جاپان میں مثالی وقارعمل

اللہ تعالیٰ نے خانہ ءکعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کو یہ تاکید فرمائی تھی کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف بجا لانے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے پاک و صاف کرو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَعَہِدۡنَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ اَنۡ طَہِّرَا بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ وَالۡعٰکِفِیۡنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ۔

(البقرہ: 126)

گویا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ بات نہایت پسندیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے مخلصین کے لئے مساجد کو پاک اور مصفیٰ رکھا جائے۔

عید الاضحیہ کا تہوار حضرت ابراہیم اور آپ کی آل کی عظیم الشان قربانیوں کی یادگار ہے۔ عید کے بابرکت موقع کی مناسبت سے مؤرخہ 17 جولائی 2021ء کو جماعت احمدیہ مسلمہ ناگویا کے بچوں، نوجوانوں اور بڑوں نے نہایت اخلاص و محبت سے گیارہ گھنٹے طویل ایک مثالی وقارعمل کے ذریعہ مسجد بیت الاحد کی تزئین وصفائی مکمل کی۔ مسجد کے ہال میں بچھے ہوئے قالینوں کو جدید مشینوں کے ذریعہ شیمپو کرکے، گرم پانی کی بھاپ سے صاف کیا گیا۔ مسجد کے واشرومز اور وضوء خانہ کی صفائی کی گئی۔ مسجد کی بیرونی دیواروں کو پانی سے دھویا گیا۔ مسجد کے بیرونی حصہ میں لگی ہوئی گھاس کی تراش خراش کے بعد تزئین وآرائش کی گئی۔

صبح دس بجے سے رات نو بجے تک جاری رہنے والا گیارہ گھنٹہ طویل وقارعمل نیشنل سیکرٹری جائیداد مکرم اطہر ڈار صاحب کی نگرانی میں منعقد ہوا۔ اس وقارعمل میں حصہ لینے والے مخلصین کے اسماء درج ذیل ہیں مکرم ناصر بھٹی صاحب، مکرم مرزا حامد بیگ صاحب، مکرم حافظ محمد امجد عارف صاحب، مکرم عبد الوحید بٹ صاحب، مکرم محمد اقبال آصف صاحب، مکرم عدنان ارشد صاحب، مکرم عمر ڈار صاحب، مکرم مرزا معظم بیگ صاحب، مکرم اسامہ تنویر صاحب، مکرم عالیان احمد صاحب، مکرم اذہان احمد صاحب، مکرمہ عائزہ رئیس صاحبہ اور خاکسار طلعت محمود احمد

اسی طرح مکرم انیس رئیس صاحب مبلغ انچارج جاپان بھی احباب کے ساتھ مسلسل وقارعمل میں شریک رہے، نیز ان کی اہلیہ محترمہ فائزہ رئیس صاحبہ نے وقارعمل کرنے والے احباب کی ضیافت کا اہتمام کیا، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

مسجد کے ہال کی صفائی کے لئے جاپانی کمپنی سے ایک تخمینہ لیا گیا تو یہ تخمینہ چار ہزار ڈالرز سے زائد تھا، لیکن احباب جماعت نے نہایت محبت واخلاص سے وقارعمل میں حصہ لے کر نہ صرف یہ کہ خطیر رقم بچائی بلکہ مسجد کی پاکیزگی اور صفائی میں حصہ لے کر اللہ تعالیٰ کے اجر وثواب کے مستحق ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے ایمان اور اخلاص میں بے پناہ برکت بخشے۔ آمین

چھوٹی مگر سبق آموز بات

جانوروں پر رحم کرنا

آنحضرت ﷺ رحمۃٌ للعالمین کی شفقت اور رحم سے بے زبان جانور بھی حصہ پاتے تھے۔ آپ ﷺ گھر کے پالتو جانوروں کے بارے میں تاکیداً خیال رکھنے کا ارشاد فرماتے۔ بے زبان پالتو جانوروں کا اگر ٹھیک طرح سے آرام اور کھانے کا خیال نہ رکھا جائے تو یہ ظلم کرنا اللہ کی طرف سے سزا کا موجب بن جاتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت کو بلی کو تکلیف دینے کی وجہ سے سزا دی گئی۔ اس نے بلی کو بند کرکے بھوکا مار دیا۔ نہ کھانا دیا نہ پانی۔ اور نہ اس کو چھوڑا کہ وہ چوہے وغیرہ کھا کر گزارہ کر سکے۔ اس ظلم کی وجہ سے وہ آگ میں دھکیل دی گئی۔

(بخاری کتاب الانبیاء)

مرسلہ: ناصرہ احمد، کینیڈا

طلوع وغروب آفتاب

10 اگست 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:36	18:54
مدینہ منورہ	04:30	19:00
قادیان	04:20	19:17
ربوہ	04:00	18:57
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:12	20:34